ایمان کی روح اور اسلام کی جان ایمان باللہ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍اگست ۱۹۷۰ء بمقام سعید ہاؤس ایبٹ آباد۔ غیر مطبوعہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

مجھے سارا ہفتہ ہی خون کے دباؤ میں کمی کی تکلیف ہو جاتی رہی ہے۔ آج صبح بھی ۱۱۲۔۷۶ تھا اور اس وقت دوائی کھانے کے باوجود ۱۱۴ ہوا ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ اس کی وجہ سے ضعف دماغ بھی ہو جاتا ہے۔ آدمی ٹھیک طرح کام نہیں کرسکتا۔

میں نے گزشتہ جمعہ مختصراً ایمان کی پختگی کے متعلق احباب کو توجہ دلائی تھی قرآنِ کریم میں ایمان کا لفظ دو طریق پر استعمال ہوا ہے۔ ایک تو مخصوص بنیادی چیزوں پر ایمان کے متعلق جیسا کہ اللہ تعالیٰ کہیں فرماتا ہے ایمان بالغیب لانا چاہئے کہیں فرماتا ہے آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے کہیں فرماتا ہے انبیاء اور رُسل پر ایمان لانا ضروری ہے کہیں فرماتا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین انسان اور رسول تھے ان پر ایمان لانا ضروری ہے کہیں فرماتا ہے کہ پہلی ہدایتوں پر جو دراصل قرآن کریم ہی کے حصے اور ٹکڑے اور ''نصیب'' تھے۔ ان پر ایمان لانا ضروری ہے کہیں فرماتا ہے کہ قرآن کریم پر ایمان لانا ضروری ہے کہیں فرماتا ہے کہ تمہیں جو پیشگوئیاں اور بشارتیں دی گئی ہیں اُن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ غرض اس طرح ایمان کے ساتھ وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس بات (یعنی جو مضمون بیان ہو رہا ہو) پر ایمان لانا ضروری ہے۔

دوسرے ایمان کا لفظ جو عام طور پر اور بڑی کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے اس کے ساتھ آگے تفصیل نہیں ہوتی یہ فرمایا ہے کہ ایمان لاؤ ایمان کا یہ فائدہ ہے ایمان کا یہ ثواب ہے ایمان سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے مگر وہاں یہ ذکر نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی بات ہورہی ہے یا غیب پر ایمان لانے کی بات ہورہی ہے یا رُسل پر ایمان لانے کی بات ہورہی ہے یا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی بات ہورہی ہے یا قرآن کریم پر ایمان لانے کی بات ہورہی ہے وغیرہ۔ غرض ایسی صورت میں تفصیل نہیں دی ہوتی اللہ تعالیٰ صرف یہ فرماتا ہے کہ ایمان لاؤ۔

دراصل جہاں کہیں بھی ایمان کے لفظ کو اس طریق پر استعمال کیا گیا ہے وہاں ایمان کے تمام تقاضے مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ایمان کے جو بھی تقاضے مقرر فرمائے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشریح کی ہے ان تقاضوں کو پورا کرنا مراد ہے مثلاً ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم ایمان لانے والے ہوگے تو کوئی غیر تم پر غالب نہیں آئے گا۔

اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (آل عمران:۱۴۰)

اب یہاں مومن کے لفظ کے ساتھ مؤمن باللّٰہ یامؤمن بالغیب یامؤمن بالآخرۃ وغیرہ نہیں ہے بلکہ محض مومن کا لفظ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ایمان کے سب تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوگے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی نصرت تمہارے شاملِ حال ہوگی اور تم ہی غالب آؤ گے غیر تم پر غالب نہیں آئے گا۔

پس جب اللہ تعالیٰ کی ساری محبت اور ساری نُصرت اور ساری رحمت اور ساری برکت کو جذب کرنے اور اسکی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ایمان کے سب تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ٹھہرا تو پھر ہمیں ایمان کے سب تقاضوں کا علم بھی ہونا چاہئے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایمان کے جو مختلف تقاضے بیان فرمائے ہیں ان کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سلسلہ وار کچھ بیان کروں گا۔

ایمان کا پہلا تقاضا اور وہی دراصل ایمان کی روح اور اسلام کی جان ہے وہ ایمان باللّٰہ

ہے پس جب میں نے کہا تھا کہ ایمان میں پختگی پیدا کرو تو میرا یہی مطلب تھا کہ ایمان کے جتنے پہلو اور جتنی شاخیں ہیں ہر پہلو اور شاخ کے متعلق اپنے ایمانوں میں پختگی پیدا کرو ایمان کے مضمون کے اندر جو بنیادی چیز ہے وہ ایمان باللہ ہے یعنی اللہ پر ایمان لانا۔ اللہ پر ایمان لانا اور لانے میں بڑا فرق ہے ایک شخص اللہ تعالیٰ کو جانتا ہی نہیں لیکن زبان سے کہتا ہے کہ میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اللہ پر حقیقی ایمان لانے کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں اس کی معرفت حاصل ہو اور جب پوری معرفت حاصل ہو جائے تو پھر سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ معرفت کے بغیر وہ چیز ہمیں مل نہیں سکتی جو اسلام ہمیں دینا چاہتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا۔

پس صرف زبان سے یہ کہہ دینا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے خدا اور رسول کے نزدیک یہ کافی نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان لانا چاہئے جس طرح قرآن کریم کہتا ہے کہ ایمان لاؤ مثلاً اللہ تعالیٰ کو ہر حالت اور زندگی کے ہر موڑ پر قادر مطلق سمجھنا دنیا میں کسی قوم یا کسی انسان کی زندگی میں کوئی ایسا موقعہ نہیں آیا کہ جس وقت یہ کہا جائے کہ اب خدا بھی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہ بھی ایک پہلو ہے۔

میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ ایک دفعہ ایک دوست نے مجھے خط لکھا کہ میرے دو تین عزیز ہیں۔ معصوم تھے لیکن قتل کے ایک کیس میں ملوث ہو گئے ہیں جج جو فیصلہ کرتا ہے وہ خدا کی طرح علّام الغیوب تو نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ شرارت بھی کرتا ہے یہ بھی ایک پہلو ہے لیکن بہت دفعہ اپنی جہالت کی وجہ سے فیصلہ کر دیتا ہے گواہیوں پر اس نے فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اسے خود پتہ بھی ہوتا ہے کہ وہ غلط فیصلہ کر رہا ہے لیکن اسے فیصلہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ جن گواہوں کے بیان اس نے ریکارڈ کئے ہیں ان سے جو شکل بنتی ہے اسی کے مطابق اسے قدم لینا پڑتا ہے جو وہ لیتا ہے بہر حال ہمیں بھی اور ان کے عزیزوں کو بھی پتہ تھا کہ وہ بے گناہ ہیں۔ خیر سیشن جج نے انہیں پھانسی کی سزا دی پھر ہائیکورٹ میں اپیل کی مگر یہاں بھی پھانسی کی سزا Confirm (کنفرم) ہوئی پھر اپیل ہوئی سپریم کورٹ میں یہاں بھی سزا بحال رہی پھر انہوں نے گورنر صاحب کے پاس Mercy (مرسی یعنی رحم کی) اپیل کی اور انہوں نے بھی اس سزا کو بحال رکھا پھر انہوں نے مجھے دعا کے لئے لکھا (ویسے پہلے بھی وہ دعا کے لئے لکھتے رہتے تھے) لیکن قبولیت دعا

یا انکار کے اوقات بھی اسی نے مقرر کئے ہوئے ہیں کیونکہ وہ مالک ہے جب انہوں نے پریذیڈنٹ کے پاس اپیل کی تو ان کے ایک عزیز نے سارے حالات بتاتے ہوئے لکھا کہ اس طرح کا یہ مقدمہ ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ایسے حالات میں صدر رحم کی اپیل منظور کر لے لیکن بہر حال یہ آخری موقعہ تھا ہم نے اپیل کی ہے آپ دعا کریں۔ اب جس چیز کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اسے میں آگے بیان کرنے والا ہوں چنانچہ میں نے خط پڑھا اس وقت ایک رائے میرے دماغ میں یہ آئی اور میں نے اپنے دماغ میں یہ فقرہ بنالیا کہ جب ایسے حالات ہوں تو مصیبت میں صبر کرنا چاہئے اور کوئی گھبرانے کی بات نہیں ابھی میرے قلم نے یہ فقرہ لکھا نہیں تھا کہ میرے ربّ نے مجھے پکڑا اور جھنجھوڑا اور مجھے یہ کہا کہ تم ایک احمدی کو یہ سبق دینا چاہتے ہو کہ اس کی زندگی میں ایک ایسا موقع بھی آ سکتا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہیں کر سکتا خیر قلم نے تو ابھی کچھ لکھا نہیں تھا میں نے استغفار پڑھی اور انہیں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی چیز اَن ہونی نہیں آپ گھبرائیں نہیں میں دعا کروں گا ابھی پندرہ دن نہیں گزرے تھے کہ ان کا خط آیا کہ رحم کی اپیل منظور ہوگئی ہے اور وہ سب رہا ہو کر گھروں میں آ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس قسم کی قدرت رکھنے والا ہے۔ اس سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''لَا تَقۡنَطُوۡا'' (الزّمر:۵۴) کیونکہ مایوسی شرک ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے ایک ضعف کا احتمال ہوتا ہے یہ ایمان باللہ نہیں ہے ہم اس قادر مطلق پر ایمان لاتے ہیں جو ایک ذرہ حقیر کے ذریعہ دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیتا ہے میں پہلے بھی بتا چکا ہوں اسلام کے پہلے تیس سالہ دور میں مسلمانوں کی کامیابیوں کے نتیجہ میں جو ایک عظیم انقلاب بپا ہو گیا تھا مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کی زبردست باشاہتوں کے تختے الٹ دیئے تھے ان کامیابیوں کی جان درحقیقت دس پندرہ ہزار صحابہ کرام تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پائی تھی بعد میں آنے والے غیر تربیت یافتہ لوگ یہ کام کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ صحابہ کرام اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے اور اس پر پختگی سے قائم تھے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول مانتے تھے اور اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بات آپ کو

بتائی ہے وہ واقعہ ہی بتائی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی طاقت والا ہے وہ بات غلط نہیں ہوسکتی۔

میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں بھی بتایا تھا کہ ایک قلعہ جو فتح نہیں ہو رہا تھا اسے ایک صحابی نے فتح کرلیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ مجھے دیوار کے پرے پھینک دو۔ پہلے تو ان کے ساتھی مانتے نہیں تھے یہ ایک لمبی تفصیل ہے۔ بہر حال وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اندر گئے۔ گیٹ پر موجود سپاہیوں کو قتل کر کے گیٹ کھول دیا فوج اندر آ گئی اور اسطرح ایک آدمی کی جرأت سے قلعہ فتح ہوگیا۔ کیا وہ صحابی پاگل تھے؟ نہیں وہ پاگل نہیں تھے ان سے زیادہ عقلمند انسان دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا کیونکہ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اور اس کی صفات کی معرفت رکھتا ہے اس سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں ہوسکتا قرآن کریم نے صرف یہ نہیں کہا کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی صفات جس رنگ میں قران کریم میں بیان ہوئی ہیں یا جس رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تفسیر بیان فرمائی ہے اس رنگ میں ان کی معرفت حاصل کرو۔

مثلاً اللہ تعالیٰ پر رب ہونے کے لحاظ سے ایمان لاؤ کیونکہ ساری ربوبیتِ عالمین کا منبع اور سر چشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ آپ دنیا کے ماحول پر نگاہ ڈالیں تو پتہ لگتا ہے کہ سارا کارخانۂ عالم اس کی اس صفت پر چل رہا ہے یعنی ایک تدریجی ارتقاء ہے جو ربوبیت کا تقاضا کرتا ہے یہ میرے سامنے درخت ہے ایک وقت میں اس کی چھوٹی سی گٹھلی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے کہ اسے غذا ملتی رہے۔ بڑا ہوا اور پتے نکالے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ایک گٹھلی میں آگے ہزاروں لاکھوں درختوں کے پیدا ہونے کے لئے Cells (سیلز) یعنی نقطے مخفی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہر جگہ نظر آتی ہے اپنے گھروں میں اپنے بچوں پر نگا ڈالیں اپنے اوپر نگاہ ڈالیں اپنے کپڑوں پر نگاہ ڈالیں اپنے جوتوں پر نگاہ ڈالیں آپ کو نظر آئے گا کہ ہر چیز نے ترقی کے مختلف ادوار یا Changes (چینجز) میں سے گزر کر یہ آخری شکل اختیار کی ہے کچھ تبدیلیاں ایسی ہیں جو انسان نے اپنے ہاتھ سے کی ہیں اس عقل کے نتیجہ میں جو اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہے اللہ تعالیٰ سے ہمارا چھٹکارا نہیں ہے اگر ہم معرفت رکھتے ہوں اور کچھ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون قدرت ایسا بنا دیا ہے مگر کہیں کہیں ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے

کہ قانون قدرت کچھ بنایا تھا اور اپنے قانون قدرت کو قانونِ خاص سے بدل دیا اس پر بھی اللہ تعالیٰ قادر ہے یعنی خود اپنے قانون کے اندر بندھا ہوا نہیں ہے وہ متصرف بالا رادہ ہستی ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے موٹر کے اس کارخانے کی طرح نہیں ہے کہ جس موٹر کو وہ پٹرول پر چلنے کے لئے بنائے وہ ڈیزل سے نہیں چل سکتی اور جس کو ڈیزل پر بنایا ہے وہ پٹرول سے نہیں چل سکتی غرض ہر حرکت، ہر سکون، ہر تبدیلی ہر انقلاب چھوٹا یا بڑا اس کے بالا رادہ تصرف کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے اس خدا کو قرآن کریم ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جو تمام صفات حسنہ سے متصف اور کوئی عیب یا کمزوری یا لاعلمی اس کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی منشاء کے بغیر ہو مثلاً یہ اسکا منشاء تھا کہ وہ انسان کو آزادی دے۔ بعض احمق یہ اعتراض کردیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود گناہ کروانا چاہا گندگی پھیلانی چاہی (معاذ اللہ) یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اجازت دے دی کہ اگر تم چاہو تو نیکیوں کی طرف آجاؤ محبت کو دوسری مخلوق سے زیادہ حاصل کرو چاہو تو تم گند میں پھنس جاؤ اور اس کے قہر اور غضب کو دوسروں سے زیادہ حاصل کرو پس اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر یہ بھی نہیں ہوسکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک منصوبہ بنایا اور ایک ایسی مخلوق پیدا کرنی چاہی جس کی جان اور روح اور مرکزی نقطہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی اور اس انسان کو پیدا کیا جس کو ایک محدود ماحول کے اندر آزادی دی۔ محدود ماحول کے اندر آزادی کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے پھیپھڑوں کو یہ آزادی نہیں ہے کہ وہ ہوا کی بجائے پانی سے آکسیجن لے لیں۔ ہمارا جسم ہی کچھ ایسا بنا ہوا ہے اب تو ڈاکٹروں نے ہزار قسم کے Matalism (میٹالزم) بنا لئے ہیں کوئی میٹھے کا کوئی ہوا کا یہ سارے میٹالزم چل رہے ہیں اس عالمین کا یہ سلسلہ ایک کارخانہ کی طرح چل رہا ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متوازن غذا کھاؤ تو صحت مند رہو گے۔ ’’وَضَعَ الْمِيْزَانَ‘‘ کی رو سے اس نے اس دنیا کی ہر چیز میں ایک توازن قائم کردیا ہے۔ انسان کے جسم کے لئے بھی اس کی غذا کے لئے بھی توازن قائم کیا ہے اس میں اسے کوئی آزادی نہیں ہے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ میں آزاد مخلوق کا ایک فرد ہوں اس لئے میں صرف میٹھا کھایا کروں گا اور مجھے ذیابیطس نہیں ہوگی۔ جو صرف میٹھا ہی کھائے گا وہ بَنْیُوں کی طرح موٹا بھی ہوجائے گا اور اسے بہت ساری

بیماریاں بھی لگ جائیں گی۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ میں آزاد ہوں اسلئے میں صرف گوشت کھایا کرونگا۔ اوّل تو اگر وہ شیر کی طرح خالی گوشت کھانا شروع کر دے تو اس کے جسم میں سے بدبو آنی شروع ہو جائے گی دوسرے اس کا جسم، اسکے اخلاق پھر اس کی روحانیت اور ذہن جو ہے وہ متوازن ارتقاء نہیں کر سکے گا۔ اگر کسی بچے کو بچپن سے سوائے گوشت کے کچھ نہ دیا جائے تو وہ انسانی معاشرہ کا ایک نارمل فرد نہیں بن سکے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑا ہے۔

پس ہر جگہ تو ہم آزاد نہیں البتہ ایک چھوٹے سے دائرے میں آزاد ہیں ہم اس بات میں آزاد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور شریعت نازل کی ہے اگر چاہیں تو اس کے آگے اپنی گردنیں رکھیں اور اگر چاہیں تو شیطان کے بچے بن جائیں مگر یہ وارننگ دے دی کہ اگر تم میری بات مانو گے تو میری رضا کی جنتوں میں اپنا ٹھکانا بناؤ گے اور اگر تم میری بات نہیں مانو گے شیطان کی گود میں بیٹھنا چاہو گے تو اس دنیا میں تو ممکن ہے ظاہری طور پر تمہیں اس کا کوئی فائدہ پہنچ جائے لیکن ابدی طور پر پھر تمہیں جہنم کی آگ کے اندر شیطان کی گود میں بیٹھنا پڑے گا کیونکہ وہاں تمہیں بٹھا دیا جائے گا اور بچوں کو کہا جائے گا کہ آؤ اس کے گرد کھیلتے رہو۔

غرض یہ آزادی دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی منشاء سے دی ہے اس دنیا میں کوئی چیز اس کی منشاء اور اجازت کے بغیر ٹھہر ہی نہیں سکتی۔

اب ہمارے مشرقی پاکستان میں طوفان آئے ہیں حالات پڑھ کر دل بڑا دکھتا ہے ہمارے بھائی تکلیف میں ہیں ہمیں بھی تکلیف ہو رہی ہے۔ جماعت احمدیہ پر ان لوگوں کی مدد کرنے کا ایک ایسا فرض عاید ہوتا ہے جس کی طرف دوسروں کو خیال ہی نہیں اور وہ ہے ان کے لئے دعائیں کرنا۔ دوسرے لوگ تو دعا پر کامل ایمان ہی نہیں رکھتے قرآن کریم ایک ایسے خدا کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جس نے اپنی ایک صفت یہ بتائی ہے کہ وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور وہ تقدیر معلق کو بدل بھی دیتا ہے اور ایسی تقدیر جو مبرم سے ملتی جلتی ہو اور یہ ساری نسبتیں دراصل انسان کے فیصلہ پر منحصر ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے تو ہر چیز واضح ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ۔ (النمل:۶۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ جب انسان تضرع اور ابتہال کے ساتھ اس کے حضور جھکتا اور اپنے یا اپنوں کی تکلیفیں دور ہونے کے لئے دعائیں مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں اس بات کا اعلان کیا اور ہم نے ساری دنیا میں اس کی مثالیں پیش کیں (ہم نے کیا کرنی تھیں ہم تو عاجز انسان ہیں) اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ احمدیت کے ذریعہ ان اقوام کے سامنے اس بات کا کہ

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ۔ (النمل:۶۳)

کے مطابق یہ معجزہ بھی دکھایا کہ سات سات ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ دور سے دعاؤں کے خط آتے ہیں لوگ تکلیف میں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے نہ کسی بندے کی خوبی کے نتیجہ میں دعا کو قبول فرماتا اور انکی تکلیف کو دور کر دیتا ہے اسلئے نہیں دور کرتا کہ ناصؔر یا زید میں کوئی خوبی تھی اور اس کا اظہار کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ دعا کے ذریعہ اس لئے تکلیف کو دور کرتا ہے کہ اس نے قرآن کریم میں یہ اعلان فرمایا ہے۔

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ۔ (النمل:۶۳)

اپنے اس قول کو اس نے ڈیمانسٹریٹ (Demonstrate) کرنا تھا اس کی مثالیں قائم کرنی تھیں۔

ہمارے مشرقی افریقہ میں ایک سکھ بیماری کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھا احمدیوں سے اس کی واقفیت تھی ہمارے مبلغ نے اسے کہا کہ حضرت صاحب کو دعا کے لئے خط لکھا کرو خیر اس نے دعا کے لئے مجھے لکھنا شروع کیا۔ ۵۔۶ مہینوں کے بعد مجھے اس کا خط ملا جس میں اس نے لکھا کہ اب مجھے بالکل آرام ہے اسلئے آپ بے شک میرے خط کا جواب بھی نہ دیں اسکو خیال آیا کہ ان کے پیسے خرچ ہو رہے ہیں میں نے کہا کہ تم اصل چیز کو تو سمجھے ہی نہیں تم نے ابھی تک اس خدا کو پہچانا ہی نہیں جسے ہم پہچانتے ہیں اور جو خدا کو پہچانتا ہے اس کے ساتھ اپنے تعلق کو زندہ اور قائم رکھنا نہیں چاہتے کل کو پھر مصیبت پڑے گی تو پھر آ ؤ گے اس واسطے میں اسے جواب ضرور بھجواتا رہا اس نے دو تین خط لکھے کہ مجھے میرے خط کا جواب دینے کی

ضرورت نہیں میں خود ہی لکھ دیا کرونگا لیکن میں نے اپنے دفتر والوں سے کہا کہ نہیں یہ سمجھتا نہیں میں سمجھتا ہوں اس کے خطوں کا جواب ضرور دینا ہے چنانچہ دوسرے تیسرے مہینے اس کا خط آتا ہے اور لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

اب وہ شخص غیر مسلم کئی ہزار میل دور مشرقی افریقہ میں بیماری کی تکلیف میں مبتلا تھا اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں یہ جو اعلان فرمایا ہے اس کی رو سے وہ یہ معجزہ دکھانا چاہتا تھا اور بتانا چاہتا تھا کہ یہ محض لفاظی نہیں ہے اور محض کاغذی اعلان نہیں ہے بلکہ فرماتا ہے کہ میں اس بات کی قدرت اور طاقت رکھتا ہوں کہ دنیا کو اس اعلان کے مطابق اپنی قدرتوں کے نظارے دکھاؤں اور وہ دکھا رہا ہے۔

پس مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہوسکتا تھا ہمارے بھائی بڑی تکلیف میں ہیں گھر سے بے گھر ہو گئے سامان ضائع ہو گیا مکان گر گئے کھانے پینے کی تکلیف سے دوچار ہیں۔ دوسری جگہ جا کر انسان کے لئے اگرچہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن مہمان ہوتا ہے اور اپنی عادات کی وجہ سے اسے ہزاروں قسم کی تکلیفیں پہنچتی ہیں عزتِ نفس کا خیال ہوتا ہے چاہے حکومت ہی سر پر ہاتھ رکھ رہی ہو دوسرے لوگ بھی مدد کر رہے ہونگے لیکن اس کے باوجود کئی لوگ ایسے بھی ہونگے جنہیں اس پریشانی میں کھانے کے لئے مجبوراً لینا پڑتا ہوگا ان کا دل نہیں کرتا ہوگا۔

ایک مہاجر کے متعلق یاد ہے وہ احمدی نہیں تھا وہ گورداسپور سے آیا تھا اس نے ہمارے خزانہ میں اپنا حساب کھلوایا ہوا تھا یہاں اُجڑ کر آیا تھا مجھے پتہ تھا کہ ایک دھیلہ ساتھ نہیں لایا اور اس کا بہت بڑا خاندان تھا خیر چونکہ میں اسے ذاتی طور پر جانتا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ تم تکلیف میں تھے مگر یہاں نہیں آئے وہ کہنے لگا اب بھی میں پیسے جمع کروانے کے لئے آیا ہوں لینے کے لئے نہیں آیا کیونکہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ پہلا جمع شدہ سرمایہ خرچ نہیں کرنا کیونکہ پہلی پونجی اگر ہم نے ختم کر دی تو ہمیں سستی کی عادت پڑ جائے گی اس واسطے خاندان کے کمانے والے افراد سے کہہ دیا ہے کہ کماؤ اور کھاؤ۔

پس ایسے حال میں بعض طبیعتیں اپنا سرمایہ خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں تکلیف

محسوس کرتی ہیں اور دوسروں سے لینا عار محسوس کرتی ہیں لیکن ہزاروں لوگ لینے پر بھی مجبور ہوں گے مجبوری ہے جب بچے بلکتے ہیں تو یہ جذباتی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے اور ایسے کئی لوگ ہونگے مجھے اس کا بڑا احساس ہے اسی واسطے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی بغیر بتائے مدد کرتا ہے وہ بڑا ہی ثواب حاصل کرتا ہے۔ صحابہ کرام رات کے اندھیروں میں جا کر دے دیتے تھے ہم بھی کبھی سنت پر عمل کرتے ہیں جسکو کوئی چیز دینی ہو وہ چیز لفافے میں بند کر کے ایسے رنگ میں اسکے پاس پہنچا دیتے ہیں کہ اسکو پتہ ہی نہ لگے یا اگر کوئی دوسرا تکلیف دے تو اسے ایسے رنگ میں معاف کر دیتے ہیں کہ اسکو پتہ ہی نہ لگے۔

مثلاً میں بچہ تھا مدرسہ احمدیہ میں پڑھا کرتا تھا مغرب کی نماز مسجد اقصیٰ میں پڑھا کرتا تھا کیونکہ مسجد مبارک میں دیر ہو جاتی تھی حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ تم نے پڑھنا بھی ہے اور پھر سونا بھی ہے اس لئے وہاں چلے جایا کرو ہم تنگ گلی سے گزر کر مسجد اقصیٰ جایا کرتے تھے جس میں رات کو سخت اندھیرا ہوا کرتا تھا ایک دن میں نیچے اترا تو مدرسہ احمدیہ کے طلباء قطار میں نماز پڑھنے کے لئے جا رہے تھے میں بھی ان میں شامل ہو گیا اندھیرا تھا میرا پاؤں اگلے لڑکے کے سلیپر پر پڑا اور اسے ٹھوکر لگ گئی خیر وہ چُپ کر گیا دوسری دفعہ جب پھر ایسا ہوا تو اس نے پیچھے ہٹ کر مجھے کھینچ کر چپیڑ لگائی میں فوراً پیچھے ہٹ گیا میں نے سوچا آگے روشنی میں جائیں گے تو میری شکل دیکھ کر شاید شرمندگی کی وجہ سے اسے تکلیف ہوگی اسلئے میں اسے یہ تکلیف کیوں دوں چنانچہ میں دس پندرہ قدم پیچھے ہٹ کر ساتھ ہولیا۔ مگر اسے آج تک پتہ نہیں کہ کس کے منہ پر چپیڑ پڑی تھی۔ گو اس نے اندھیرے میں سہی یا غیر ارادی طور پر سہی لیکن میرا پاؤں غلطی کر رہا تھا میرے پاؤں کو یہ حق تو نہیں تھا کہ وہ دوسروں کو تکلیف دے۔

بہر حال کبھی چھپ کر دینا پڑتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعض ایسی طبیعتیں ہیں جن کا جائز حق ہوتا ہے لیکن وہ دوسرے کے ہاتھ سے لینا پسند نہیں کرتے یا اس کی شہرت نہیں چاہتے ایسے کئی واقعات میرے علم میں ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی طبیعت ہے جو یہ ظاہر ہونا پسند نہیں کرے گی کہ حضرت صاحب نے میری کچھ مدد کی ہے تو دفتر والوں کو بھی پتہ نہیں ہوتا لفافہ وہاں چلا جاتا ہے بیسیوں بلکہ سینکڑوں دفعہ ایسا کرنا پڑتا ہے۔

اصل بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ وہاں اس قسم کے بھی لوگ ہونگے جو جذباتی تکلیف میں مبتلا ہونگے کیونکہ میں اس لحاظ سے خود بڑا جذباتی ہوں مجھے یہ سوچ کر بڑی تکلیف ہوتی ہے ایسے دل بھی ہونگے جو ایک دھیلہ بھی کسی سے لینا پسند نہیں کرتے ہونگے مگر سیلاب کی وجہ سے مجبوری ہے بڑی تکلیف میں ہیں اور ایک مدد ایسی ہے جو ہمارے سوا کوئی نہیں کرسکتا وہ دعا کے ذریعہ مدد کرنا ہے اس الٰہی ارشاد کے مطابق کہ

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ۔ (النمل:۶۳)

انکے اضطرار اور تکلیف میں ہم بھی شامل ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے لئے بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی تکالیف کو دور فرمائے اور پھر انکی خوشی اور مسرت کے سامان پیدا کرے۔

دوسرے یہ کہ جیسا کہ حکومت کی طرف سے اعلان بھی ہوا ہے ہمیں دوسرے طریق پر بھی ان کی مدد کرنی چاہیئے یعنی مادی امداد بھی دینی چاہیئے اور رضا کارانہ خدمت بھی پیش کرنی چاہیئے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے کچھ روپیہ گیا ہے لیکن مختلف جگہ رقمیں اکٹھی ہوتی ہیں ہر جماعت کو چاہیئے کہ وہ حسب توفیق بشاشت کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے مالی امداد بھی کرے یعنی آپ روپوں پر بھی دعا کر کے دیں تا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان روپوں کے ذریعہ ان کی تکلیف کو دور فرمائے۔

جہاں تک رضا کارانہ خدمات پیش کرنے کا سوال ہے میں ذاتی طور پر اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ رضا کار ایسوسی ایشن ایسے موقع پر وہاں آزادانہ طور پر کام کریں کیونکہ اس طرح بہت سے فتنے پیدا ہوجاتے ہیں۔ نائیجیریا میں جب بیافرا نے سرنڈر کیا تو میں نے وہاں کی حکومت کو اطلاع دی تھی اور اپنی جماعت کو ہدایت کی تھی کہ تم نے آزادانہ کام نہیں کرنا اپنی سروسز حکومت کو پیش کردو چنانچہ ہمارے سینکڑوں رضا کار حکومت کے عام نظام کے ماتحت بیافرا والے حصوں میں جہاں ری ہیبلی ٹیشن ہونی ہے وہاں کام کررہے ہیں اور کر چکے ہیں میرے یہاں بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے لیکن بہر حال حکومت جس رنگ میں چاہے کام کرے اگر کوئی ایسی صورت ہو تو احمدی نوجوانوں کو حسب توفیق اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دو ہفتے یا چار ہفتے

کے لئے اپنی خدمات بھی پیش کرنی چاہئیں۔خصوصاً ایسے دوست جو ہنر یافتہ ہیں اور ان کے ہنر وہاں کام آسکتے ہیں مثلاً ڈاکٹر ہیں علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ایسی دوائیوں کا پتہ لگا تو علاوہ روپوں کے انشاء اللہ ایسی دوائیاں بھی وہاں بھجوائیں گے کیونکہ ہم خدا کے فضل سے ایسی دوائیوں کا انتظام کر سکتے ہیں جو یہاں سے نہیں ملتیں یہ صحیح ہے کہ حکومت کے بڑے وسائل ہیں لیکن حکومت کے وسائل پر فارن ایکسچینج خرچ ہوتا ہے ہمارے وسائل بھی ہیں اور حکومت کو فارن ایکسچینج خرچ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ انگلستان کے احمدی وہاں پیسے جمع کر کے وہ دوائی بھجوا سکتے ہیں جو یہاں سہولت سے دستیاب نہیں۔

پس ایک تو ان کے لئے بہت دعائیں کریں صرف آپ ہی ان کے لئے حقیقی معنوں میں دعا کر سکتے ہیں، دوسرے مالی امداد دیں اور تیسرے رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات بھی حکومت کو پیش کریں یہ تو میرے اصل مضمون کی ایک شاخ ہوئی یعنی ڈائی گریشن۔ میں بتا یہ رہا تھا کہ جس اللہ پر ہم ایمان لاتے ہیں وہ اللہ ہے جسے اس کی تمام صفات حسنہ کے ساتھ قرآن کریم نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے اور جس میں کوئی کمی یا نقص یا کمزوری نہیں پائی جاتی وہ متصرف بالا رادہ اور غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ ہے۔ وہ ایک فیصلہ کرتا ہے جس کا باریک فلسفہ ہے لیکن عقلمند کو ہم تسلی دلا سکتے ہیں اور آپ نے تسلی پائی ہوئی ہے زندگی کے موڑ اور یونیورس کی ڈیویلپمنٹ میں ایک اس کے ظاہری قانونِ قدرت کے مطابق نتیجہ نکلتا ہے اور ایک وہ نتیجہ ہے جو اللہ چاہتا ہے کہ نکلے۔ کبھی وہ اپنے قانونِ قدرت کے مطابق نتیجہ نکال دیتا ہے اور کبھی معجزانہ طور پر ایک اور حکم نازل کرتا ہے۔ پس دعا جو ہے وہ تقدیر کے خلاف نہیں اسکے متعلق تو نوجوانوں کو پھر میں کہوں گا کہ آجکل کے پُرفتن ایام میں اور اندھے فلسفہ کے بداثرات کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو تحریریں دعا کے متعلق ہیں وہ ضرور پڑھ لیں۔ میر داؤد احمد صاحب نے اقتباسات کی کتاب شائع کی ہے اس میں ۲۰۔۲۵ صفحات میں دعا پر اقتباسات ہیں جن میں ۳۔۴ بنیادی باتیں آچکی ہیں۔

بہر حال دعا اور تقدیر میں آپس میں کوئی تضاد اور تصادم نہیں ہے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اپنی مرضی چلاتا ہے دنیا میں کوئی ایسی مخلوق نہیں جو یہ کہہ سکتی ہو کہ نہیں میں نے اپنی مرضی

چلانی ہے مرضی اللہ ہی کی چلے گی کیونکہ وہ تمام صفات حسنہ سے متصف ہے وہ رزّاق ہے۔ وہی کھیتیوں کو اُگاتا ہے اور پھل عطا کرتا ہے ایک زمیندار رات دن زمین میں ہل چلاتا ہے گرمی میں وہ کھیتوں کی نگرانی کرتا ہے اس کے بیوی بچے بھی اس کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ مثلاً صرف گندم کی فصل اگانے کے لئے اتنی تکلیف برداشت کر رہا ہوتا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں تا کہ وہ بھوکا نہ مرے لیکن جب یہ ساری تکلیفیں اٹھا چکتا ہے تو پھر اس کے کان میں اللہ تعالیٰ کی جو آواز پہنچتی ہے وہ یہ ہوتی ہے۔

ءَ اَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ (الواقعہ:۶۵)

کیا کھیتیاں تم اُگاتے ہو شاید تم سمجھتے ہو کہ راتوں کو ہم جاگے تکلیفیں ہم نے اٹھائیں، دن کی گرمی ہم نے برداشت کی، پانی کے لئے وقت بے وقت کھالوں پر پہرے ہم نے دیئے پھر بھی یہ نہ سمجھنا کہ سب کچھ تمہاری محنت کا نتیجہ ہے کھیتی وہی اُگے گی جسے اللہ تعالیٰ اُگانا چاہتا ہے۔

میں نے ایک دفعہ پہلے بھی بتایا تھا۔ احمد نگر میں ہماری اپنی گندم کی فصل تھی سِٹے پڑ چکے تھے زردی پر آرہے تھے کچھ دنوں کے بعد ہم نے انہیں کاٹنا تھا کاٹنے کی مشین بھی منگوائی گئی اتفاقاً شام کو پہنچی۔ وقت بھی تھا میں باہر نکلا اس کو دیکھ رہا تھا عام اندازہ تھا کہ ۴۰۔۵۰ من فی ایکڑ گندم نکلے گی بڑی اچھی فصل تھی کاٹنے کی مشین نیچے اتاری ابھی میں گھر نہیں پہنچا تھا راستے ہی میں تھا پہلے تو آہستہ آہستہ بوندا باندی ہوتی پھر تیز ژالہ باری (یعنی اولے) پڑنے لگے کوئی دس پندرہ منٹ تک ژالہ باری ہوتی رہی میں اندر چلا گیا قریباً ایک گھنٹے کے بعد ہمارے وہ کارکن جو وہاں کام کرتے ہیں وہ آئے وہ بلا مبالغہ رو رہے تھے کہ فصل تباہ ہوگئی روپیہ میں سے چھ آنے باقی رہ گئی۔ مجھے بڑا غصہ آیا نالائق آدمی جو باقی چھ آنے رہ گئے ہیں وہ بھی اللہ کا فضل ہے تم اس پر الحمد للہ نہیں پڑھتے اور جو اس نے اپنی چیز واپس لے لی ہے اس پر ٹسوے بہا رہے ہو یہ تو ٹھیک نہیں میں نے کہا ابھی واپس جاؤ اور ان کھیتوں کے کنارے اللہ اکبر کے نعرے لگاؤ اور الحمد للہ پڑھو اور پھر واپس آؤ یہ تو اللہ تعالیٰ کی چیز ہے ایسے واقعات آتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ بتائے کہ یہ تمہاری محنت کا پھل نہیں یہ میرے فضل کا نتیجہ ہے۔ اگر انسان کی محنت کا پھل

ہے تو جہاں بھی محنت ہے اس کا پھل نظر آنا چاہئے اگر علت ہے تو اس کا معلول نظر آنا چاہئے اگر آگ جلائی ہے تو جہاں بھی آگ کے اندر کوئی پڑے گا اسکو جل جانا چاہئے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ آگ نہیں جلاتی میں نے اسکو کہا ہے جلاؤ۔ جب میں اسے کہوں گا جلا تو یہ جلائے گی اور جب میں کہوں گا کہ نہ جلاؤ تو نہیں جلائے گی اسی طرح یہ درخت کے پتے خود نہیں گرتے درختوں پر پھل خود نہیں آتا فصلیں آپ کی محنت کا نتیجہ نہیں کوئی چیز بھی انسان کی محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ ہر چیز اللہ کے حکم کا نتیجہ ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرتی ہے اللہ تعالیٰ ویسے بڑا پیار کرنے والا ہے آدھا حصہ میں نے سنایا ہے اگلا بھی سنا دیتا ہوں تاکہ دوسری طرف کسی کو وہم نہ جائے وہاں الحمدللہ کہلوایا مجھ سے بھی اور میرے ساتھیوں سے بھی (چاہے انہوں نے میرے سمجھانے پر کہا) اگلی فصل تھی منجی کی ہماری یہ زمین جو کہ پہلے ایک ٹھیکیدار کے پاس تھی اور اس کی آخری منجی کی فصل ساڑھے تین من فی ایکڑ نکلی اور جب ہم نے لی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عام طور پر کم وبیش ۱۵۔۲۰ من فی ایکڑ نکلا کرتی تھی گندم واپس لے لی اور چاول ہمیں زیادہ دے دیا یعنی ۲۹ من اوسط نکال دی باسمتی (چاول موٹے نہیں اچھے خوشبودار) چاولوں کی اس وقت بھی ہم نے الحمدللہ پڑھی اور جس وقت اس نے اپنی چیز ہم سے واپس لی تھی اس وقت بھی ہم نے الحمدللہ پڑھی تھی۔

پس خدا تعالیٰ جس پر ہم ایمان لاتے ہیں وہ وہ ہستی ہے جسکے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے اور ہر تبدیلی اور ہر واقعہ جو رونما ہوتا ہے وہ اس کے ارادہ سے ہوتا ہے کیونکہ وہ متصرف بالارادہ ہستی ہے اور وہ لوگوں کو اپنی قدرت کے نمونے دکھاتا رہتا ہے کبھی ژالہ باری کر کے اور کبھی کسی زمیندار کو اسکی سمجھ میں ہی یہ بات نہیں آتی کہ کیا وجہ ہے ساتھ کا کِلّہ (ایکڑ) ہے مگر ان کی فصلیں بڑی اچھی ہوتی ہیں اسے کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری کون سی چیز پسند آگئی اور اللہ تعالیٰ اپنی یہ شان ظاہر کرتا ہے کہ جسکو میں دیتا ہوں اسی کو ملتا ہے اور جسکو نہ دینا چاہوں نہیں ملتا۔ اسی واسطے ایمان کے تقاضوں کی وہاں شرط لگادی تھی اتنا بڑا وعدہ کیا تھا لیکن مسلمانوں پر پچھلی تین چار صدیوں میں جو کچھ گزرا اسے دیکھ کر رونا آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو

فرمایا ہے۔

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ (آل عمران: ۱۴۰)

اس سے بڑھ کر وعدہ اور بشارت اور کیا مل سکتی ہے فرماتا ہے سوائے تمہارے غالب کوئی نہیں آ سکتا تمہارا مخالف غالب نہیں آئے گا غالب تم ہی آؤ گے لیکن اس وعدہ کے باوجود پچھلی ۳۔۴ صدیوں میں دنیا نے مسلمانوں کو ذلیل کیا۔ انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور لُوٹا اور ڈاکے مارے اور عورتیں اغوا کیں (۱۹۴۷ء میں نہ جانے کتنی عورتیں اغوا ہوئیں) کوئی بھی انسان جسے اللہ تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ انہوں نے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کی شرط پوری نہیں کی جب شرط پوری نہیں کی تو وعدہ رہا ہی کوئی نہیں۔ مشروط وعدہ تو شرط کے ساتھ چلتا ہے شرط پوری نہیں ہوئی تو وعدہ پورا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھر یہ وعدہ دیا ہے کہ تم غالب آؤ گے اس لحاظ سے بڑی فکر رہتی ہے جماعت کے بچوں اور بڑوں سب کے اوپر ایمان کی شرائط کو پورا کرنے کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے اسی وجہ سے میں نے یہ سلسلہ خطبات شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ختم ہوگا۔

پس ایمان باللہ محض یہ نہیں ہے جسے عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں بلکہ اللہ پر وہ ایمان لانا چاہئے جس کا اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے مثلاً وہ رب العالمین ہے اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے وہ رحمان ہے اس کے علاوہ کوئی بغیر استحقاق کے دینے والا نہیں اور وہ رحیم ہے وہ رحیمیت کی صفت کے نتیجہ میں بدلے کا حق پیدا کر دیتا ہے دراصل رحیمیت حق دلواتی نہیں بلکہ حق پیدا کرتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی لطیف تفسیر بیان فرمائی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ صفت رحیمیّت انسان کی محنت کا حق پیدا کرتی ہے یعنی بدلہ ملنا چاہئے لیکن بدلہ ملتا ہے مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کی صفت کے ماتحت اور مالک نیکی کا بدلہ دینے پر مجبور نہیں مثلاً جس نے کسی امیر کے کمرے میں اس کے دو ہزار بکھرے ہوئے روپے اکٹھے کئے اس نے کوئی محنت کی نا! لیکن مالک یہ ہے اُجرت کوئی ہے نہیں مقرر، دوستی کے طور پر کام کیا یا مثلاً کئی لوگ ایسے موقعوں پر کسی کا بٹوا ڈھونڈ کر لا دیتے ہیں یا اسی طرح کا کوئی اور کام کر دیتے ہیں

اور لوگ انہیں انعام دیتے ہیں لیکن انعام دینے پر وہ مجبور نہیں ہیں۔ دنیا کا کوئی قانون یا اخلاقی قانون یا شریعت کا قانون یہ نہیں کہتا کہ اس کا بدلہ دو اللہ تعالیٰ تو مالکِ کل ہے۔ اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ کی رو سے ہر چیز اسی کی ملکیت ہے جب ہر چیز اسی کی ملکیت ہے تو پھر کسی کو کچھ دینے یا نہ دینے کے متعلق اس کے اوپر کسی کا بھی حق نہیں ہے ہر شخص بھی اسی کا ہے اور جو اسے استعدادیں دی گئی ہیں وہ بھی اسی نے دی ہیں اس کا جسم بھی اللہ کا ہے اور جن قویٰ سے وہ محنت کرتا ہے وہ قویٰ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے اسے دیئے ہیں ورنہ وہ کام ہی نہ کرسکتا۔ ایک شخص قرآن کریم کی بڑی کثرت سے تلاوت کرتا ہے اور سوچتا اور غور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آنکھیں دیں وہ پڑھنے لگ گیا ورنہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کئی ایسے جاندار کیڑے بھی پیدا کئے ہیں جنکی آنکھیں نہیں ہوتیں صرف اپنے ناک سے سونگھنے کی قوت پر یا کوئی اور طاقت دی ہوگی جس سے وہ چلتے پھرتے ہیں لیکن انسان نے جسمانی اور روحانی غذا کی طرف جانا ہوتا ہے اور وہ بڑی Complicated (کمپلیکیٹڈ) ہے انسان کی غذا بھی عام غذا نہیں عام کیڑے مثلاً سانپ مٹی چاٹ کر گزارہ کر لیتا ہے۔ بچہ مٹی چاٹے تو ماں اس کے منہ پر چپیڑ مار دیتی ہے کہ کیا گندی حرکت کر رہے ہو حالانکہ اکثر سانپ چھ چھ ماہ تک سوراخوں میں مٹی چاٹ کر گزارہ کر رہے ہوتے ہیں بعض جانور اور بدبودار کیڑے مکوڑے ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں سانپ بڑے مزے سے کھا رہا ہوتا ہے مگر بعض حساس طبیعت انسانوں کو دیکھ کر الٹی آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سانپ کے لئے قسم کی غذا مہیا کر دی مگر انسان کی غذا میں بھی بڑے تنوع کی ضرورت ہے روحانی غذا میں بھی بڑا کچھ چاہئے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ مالک ہے۔ کسی کا اللہ تعالیٰ پر حق بن ہی نہیں سکتا۔ دنیا تو اس کی ہے اور اس کی غلام اور مملوک ہے اور اس کی مخلوق ہے وہ اس پر کیا حق جتائے گی؟ عقل بھی یہ فتویٰ نہیں دیتی کہ تم اللہ پر حق جتا سکو۔

پس رحیمیت جزا کا حق قائم کرتی ہے اور صفت مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ حق دیتی یا انکار کر دیتی ہے جب انکار کرنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارا مجھ پر کیا حق ہے؟ جاؤ دوڑ جاؤ مگر جب دینا ہوتا ہے تو کہتا ہے میرے پیارے بندو! ادھر آؤ میں تمہیں اپنی گود میں بٹھاؤں اور اپنی رضا کی جنتوں میں لے جاؤں وہ مالک ہے چاہے تو ساری دنیا کو بخش دے اور چاہے تو

ساری دنیا کو نہ بخشے کوئی اسے کچھ کہنے والا نہیں اس خدا کو ہم مانتے ہیں محض اللہ کے لفظ کو نہیں بلکہ اس کی تمام صفات کے ساتھ مانتے ہیں جن میں سے بنیادی صفات جو ہیں وہ یہ چار صفات ہیں جو سورۂ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں یعنی ربّ، رحمان، رحیم اور مالک یوم الدین۔

پس ایمان باللہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کہہ دیا کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں ایمان باللہ کے بعد تو دوسری کوئی چیز ہی نہیں رہتی۔ ایمان باللہ کے بعد رشوت پر انحصار، ایمان باللہ کے بعد یہ غبن اور دوسری بدعنوانیوں کا سہارا لینا یہ باتیں ایمان کے ساتھ کیسے اکٹھی ہوسکتی ہیں۔ ایمان باللہ کے ساتھ کوئی چیز نہیں رہتی صرف اللہ ہی اللہ رہتا ہے یا وہ شخص ہوتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں رہتا پس اس اللہ پر ایمان لانا ہے اور یہ بنیادی چیز ہے اس کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ دراصل اگر اس سارے کارخانہ پر تقریر کی جائے تو سارا اللہ ہی اللہ آجاتا ہے۔ چند باتیں میں نے بیان کردی ہیں اور اللہ پر اس رنگ میں ایمان لانے کے نتیجہ ہی میں پھر ایمان بالآخرۃ، ایمان بالغیب اور ایمان بالرسل اور ایمان بالکتب وغیرہ جسکی قرآن کریم نے تفصیل بیان کی ہے جو دراصل ایمان کے مختلف شعبے اور شکلیں ہیں ان پر ایمان پختہ ہوتا ہے اس لئے اگر ایمان باللہ صحیح نہیں تو آگے کچھ نہیں۔

آپ بھی دعا کریں میں بھی دعا کرتا ہوں کہ یہ جو ہمارا رب، مالک، پیدا کرنے والا، رزّاق اور متصرف بالارادہ ہستی ہے جس سے دوری اور بُعد ہی ہر قسم کا نقصان اور ضیاع ہے اور جس کے قرب میں ہر قسم کی بھلائی ہے اس پر ہم سب کو حقیقی ایمان نصیب ہو۔ ہمارے دل اس ایمان میں منور ہوجائیں اور جس طرح آدمی چٹان پر پختگی کے ساتھ قائم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کی معرفت سے زیادہ کوئی پختہ چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس میں یہ پختگی ہمیں حاصل ہوتا کہ جو کام اللہ تعالیٰ ہم سے لینا چاہتا ہے وہ ہم سے لے اور ہم اس کے ہاتھ میں جا کر کمزور ہتھیار کی طرح ٹوٹ نہ جائیں اس کا تو کوئی نقصان نہیں اس کے پاس اتنے ہتھیار ہیں کہ اگر آپ ٹوٹے تو آپکو پھینک دے گا دوسرے ہتھیار کو پکڑ لے گا۔ اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے مگر ہمیں اس کا نقصان ہے۔ ہم مارے گئے اگر ہم اس سے دور ہوگئے اگر ہم اس کی ناراضگی کا مورد بن گئے تو پھر ہمارا کہیں بھی ٹھکانا نہیں ہے دنیا ہمیں پہلے ہی اسّی سال سے گالیاں دیتی

چلی آ رہی ہے لوگ ہمیں کافر کہتے چلے آ رہے ہیں اور جو اُن کے منہ میں آ تا ہے وہ ہمارے خلاف بک دیتے ہیں اور ہمیشہ ہمیں تنگ کرنے اور گالیاں دینے کی نئی سے نئی ترکیبیں سوچتے رہتے ہیں ہم میں سے جو لوگ ایمان پر پختگی سے قائم ہیں وہ ان کی پروا بھی نہیں کرتے کیونکہ اصل ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ہے کسی گروہ کی ناراضگی کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی کسی کے پاس ہے ہی کچھ نہیں وہ ہمارا نقصان کیا کرے گا اسے اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت ہی نہیں دی نہ وہ متصرف بالآرادہ ہے پس کوئی منافق کی شکل میں آ کر ہمیں دکھ پہنچاتا ہے کوئی مخالف اور معاند کی شکل میں آ کر ہمیں دکھ پہنچاتا ہے۔ مگر اسّی سال میں اس نے کیا کر لیا حالانکہ اس اسّی سال کے عرصہ میں جماعت بشاشت کے ساتھ چھلانگیں لگاتی ہوئی اپنی ترقیات کی طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے اور انشاء اللہ بڑھتی چلی جائے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اگر ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس کے پرکھنے کی ایک ہی کسوٹی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ خود اپنے نفس کو اور ہر دوسری چیز کو مردہ کیڑے سے بھی کم اہمیت دیتا ہے اس صورت میں نہ نفس باقی رہتا ہے اور نہ کوئی اور چیز باقی رہتی ہے اللہ ہی اللہ عیاں ہو کر رہ جاتا ہے اور اگر اللہ ہی اللہ میرے اور آپ کے سامنے ہو تو پھر اور کیا چاہئے اگر اللہ پر ایمان اور اس کی صفات کی معرفت حاصل ہو تو کچھ بھی نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(از رجسٹر خطباتِ ناصر۔ غیر مطبوعہ)